جمعۃ الوداع اور احکام عید الفطر

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ...... o بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِكَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ...... o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ o

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِكُمْ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ فِیْهِ قُبِضَ وَفِیْهِ النَّفْخَةُ وَفِیْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِیْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ(۱) (رواہ ابو داود والنسائی وابن ماجہ والدارمی)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاكِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

---

(۱) مشکوۃ شریف ص ۱۲۰ ج ۱

تمہید اور اہم عنوانات:

قابل صد اعزاز و تکریم...... واجب الاحترام...... برادران اسلام...... بزرگو...... دوستو...... اور بھائیو!

آج رمضان المبارک کا یہ آخری جمعہ ہے...... ہم سب مسلمان اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کے نام سے یاد کرتے ہیں...... یا رمضان کی آمد آمد تھی...... یا اب اس کے الوداعی دن ہیں...... آج کے خطبہ میں ایک تو میں نے انتہائی اختصار سے مطلقاً جمعۃ المبارک کی اہمیت وعظمت بیان کرنی ہے...... کہ یہ دن کتنا عظیم ہے۔

دوسرا آج کے دن کی مناسبت سے الوداع پر تھوڑی سی باتیں کروں گا...... اور تیسری جو اہم چیز ہے...... وہ آج کے بعد آنے والا اہم ترین دن جو شوال المکرم کی پہلی تاریخ ہو گی...... جس کو مسلمان عید الفطر کا دن کہتے ہیں...... اس دن کے متعلق بھی ضروری دو چار باتیں عرض کروں گا...... صدقۃ الفطر کے متعلق کچھ بات کرنی ہے...... ہر جمعہ مضمون بہت زیادہ ہوتے ہیں...... وقت بڑا مختصر ہوتا ہے...... آپ حضرات کا حوصلہ اور دلجمعی سے بیٹھنا...... اور سننا نہایت ہی قابل مبارک باد ہے...... لیکن میں اپنے اندر اتنی استعداد نہیں رکھتا...... کہ تمام باتیں کھول کر بیان کرسکوں...... میں اپنی کمزوری کا اللہ کے حضور بھی اعتراف کرتا ہوں...... اور آپ لوگوں کے سامنے بھی اعتراف کرتا ہوں۔

جمعہ ایک تاریخ ساز دن:

محترم دوستو......! حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں...... کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ سے پہلے جتنے نبی تھے...... ان کی قوموں کو عبادت کے لئے ایک دن عطا فرمایا...... ہفتے کے سات دنوں میں یہودیوں نے ہفتے کا دن قبول کیا...... عیسائیوں نے اتوار کا دن قبول کیا...... لیکن فرمایا اللہ نے مجھے میری امت کے لئے جمعۃ المبارک کا دن عطا فرمایا۔ حضور

...کرم ﷺ کا ارشاد ہے...... اَفْضَلُ الْاَیَّامِ الْجُمُعَةُ ......(۱) سال بھر کے تمام دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا دن جمعہ ہے...... اللہ کے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں...... فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ آدم کا گارا بنا...... تو جمعہ کا دن تھا...... فِیْهِ نُفِخَ آدَمُ ......(۲) آدمؑ میں روح پھونکی گئی...... تو جمعة المبارک کا دن تھا...... یعنی یہی جمعة المبارک کا دن تھا۔

- جس دن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سجدہ کرایا...... جمعہ کا دن تھا۔
- جب آدمؑ کو خلافت ملی...... جمعة المبارک کا دن تھا۔
- جب آدمؑ زمین پر اتارے گئے...... جمعہ کا دن تھا۔
- نوحؑ کی کشتی جس دن کنارے لگی...... تو جمعة المبارک کا دن تھا۔(۳)
- ابراہیمؑ آگ کے چنگے سے باہر آئے...... تو جمعة المبارک کا دن تھا۔
- ابراہیمؑ نے جب کعبة اللہ تعمیر کیا...... تو جمعة المبارک کا دن تھا۔

علماء نے لکھا ہے اسماعیلؑ نے جب اپنی قربانی پیش کی تھی...... مہینہ بیشک ذوالحجہ کا تھا...... مگر جمعة المبارک کا دن تھا۔

- یوسفؑ کو کنویں سے نجات ملی...... جمعة المبارک کا دن تھا۔
- اللہ کے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ کو سب سے افضل دن ملا...... تو جمعة المبارک کا دن تھا۔
- جب مکہ فتح ہوا...... تو جمعة المبارک کا دن تھا۔
- غزوہ بدر جس دن ہوا...... تو جمعة المبارک کا دن تھا۔
- اسلامی تاریخ پڑھ کر دیکھیں حیدر کرار کی شہادت ہوئی...... تو جمعة المبارک کا دن تھا

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۲۰ ج ۱ ص، ترمذی میں الفاظ یوں ہیں "خیر یوم طلعت فیه الشمس یوم الجمعة" ص ۱۱۰ ج ۱ (۲) جامع ترمذی ص ۱۱۰ ج ۱، مشکوٰۃ شریف ص ۲۰ ج ۱ (۳) مشکوٰۃ شریف ص ۲۰ ج ۱

❀ نواسہ رسول جگر گوشہ بتول کربلا کے ریگزاروں میں جب جام شہادت نوش کر رہے تھے......تو جمعۃ المبارک کا دن تھا

❀ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں......کہ ہفتہ بھر میں تمام دنوں میں میری امت کے لئے اللہ نے جو سب سے زیادہ دن پسند فرمایا ہے......وہ جمعہ کا دن ہے۔

جمعہ کو جمعہ کہنے کی وجہ:

جمعہ اجتماع سے ہے جمع ہونے سے ہے......جیسے آدمؑ کے دنیا میں آنے کا دن جمعہ ہے......ایسے قیامت کے قائم ہونے کا دن بھی جمعۃ المبارک ہوگا......یہ دن ایک عظمت والا دن ہے......احترام وتقدس والا دن ہے۔

علماء نے لکھا ہے......کہ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں......کہ یہ اجتماع سے ہے......جمع ہونے سے ہے......اس دن مسلمان جمع ہوتے ہیں......ایک جگہ بیٹھ جاتے ہیں......ایک خطیب خطبہ بیان کرتا ہے......مقتدی سامنے بیٹھ کر سنتے ہیں۔

جمعہ اللہ کے دیدار کا دن:

جب میدان محشر قائم ہوگا......جمعہ کا دن ہوگا......اللہ تعالیٰ جنت میں اپنا دیدار کرایا کریں گے......(۱) وہاں دن رات کی یہ کیفیتیں نہیں ہوں گی......سارا موسم ایک سا ہوگا......جیسے طلوع فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے صبح ٹھنڈا سا وقت ہوتا ہے......اس وقت ٹھنڈی سی ہوا چل رہی ہوتی ہے......بڑا خوش گوار ماحول ہوتا ہے......ایسا وقت ہوگا......جو جنت میں ہر وقت مسلمانوں کو میسر آئے گا......اللہ کے پیغمبر فرماتے ہیں......کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو جنت میں اپنا دیدار کرایا کریں گے......اس کے لئے ایک وقت

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص۱۱۹ ج۱، ترمذی ص۱۱۰ ج۱

متعین فرمائیں گے...... اور جو وقت جنت میں دیدار کا متعین ہو گا...... اگر چہ دن رات تو نہیں ہوں گے...... لیکن ہفتے کے بعد جیسے ایک دن مسلمان مسجد میں جمع ہوتے ہیں...... وہاں اتنی مقدار وقت گزرنے کے بعد ہر ہفتے جمعۃ المبارک کی گھڑیاں ہوں گی...... جب اللہ اپنا دیدار کرایا کریں گے...... یہ دن ایک بہت بڑی عظمت کا دن ہے...... اللہ کے دیدار کا دن جمعہ کا ہے...... علماء نے لکھا ہے...... جب آپ لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں...... یہ عام دن نہیں...... اس دن کو میدان محشر سے بڑی مناسبت ہے۔

دیدار الٰہی کی جگہ:

حدیث پاک میں آتا ہے...... جنت میں ایک میدان ہے...... اس میدان کا نام میدان مزید ہے...... اس میدان میں قیامت کے دن اللہ پوری انسانیت کو جمع فرمائیں گے...... نبی، غوث، قطب، ابدال، آدمؑ سے قیامت تک کی پوری انسانیت جنت کے اس میدان میں اکٹھی ہو جائے گی...... جس کا نام میدان مزید ہے۔(۱)

اللہ کے نبی فرماتے ہیں...... وہاں پر خدا سب کو جمع کریں گے...... اور وہاں پر کچھ نور کی کرسیاں رکھی جائیں گی...... نور کے تخت رکھے جائیں گے...... سب سے اگلی کرسیوں پر اللہ کے عرش کے قریب قریب انبیاءؑ ہوں گے...... اس سے دوسرے درجہ پر انبیاء کے صحابہ ہونگے...... تیسرے درجہ پر علماء امت ہونگے...... شہداء ہوں گے...... صالحین ہوں گے...... اسی طریقے سے دور دور ہوتے چلے جائیں گے...... اور درمیان میں ایک تخت لگایا جائے گا...... جس پر اللہ اپنی شان کریمی کے مطابق جلوہ افروز ہوں گے...... اور اللہ اپنا دیدار کرائیں گے...... اللہ اپنی ذات کا جلوہ دکھائیں گے...... ہر شخص اللہ کو قریب سے ایسے دیکھے گا۔

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۳ ج ۱

جس طریقے سے آپ کسی جگہ پر تقریبات اور پروگراموں میں جائیں......تو درمیان میں ایک کھلا سا سٹیج بنا دیا جاتا ہے......اور اردگرد کرسیاں رکھی جاتی ہیں......کہ آخر میں بیٹھنے والا آدمی بھی بڑے قریب سے نظارہ کر سکے......قریب بیٹھنے والا بھی بڑی توجہ سے دیکھ سکے۔

حدیث میں آتا ہے......قیامت کے دن اللہ اپنے اس عرش پر اپنی شان کریمی کے مطابق میدان مزید میں جلوہ افروز ہوں گے......انبیاء اپنی کرسیوں پہ بیٹھے ہوں گے......صلحا،شہداء اپنی کرسیوں پہ بیٹھے ہوں گے......امت کے نیک لوگ اپنے اپنے مقامات پر بیٹھے ہوں گے......جب خدا اپنا جلوہ دیکھائیں گے......تو ہر شخص اللہ کے دیدار سے معمور ہوگا......منور ہوگا......معطر ہوگا......پھر اللہ اس دیدار کے دوران اپنی ذات کے جلوے دیکھاتے ہوئے......ان سے کہیں گے حدیث میں آتا ہے......جب جنت میں ساری نعمتیں مل جائیں گی......تو اللہ تعالیٰ پوچھیں گے......تمہیں کسی اور نعمت کی ضرورت بھی ہے......تو نیک لوگ کہیں گے......کہ اللہ جنت عطا کردی ہے......نعمتیں عطا کردی ہیں......سب کچھ عطا کر دیا ہے......اپنی رفاقت ہمیں دے دی ہے......ہمیں اب کسی چیز کی ضرورت نہیں......اللہ تعالیٰ فرمائیں گے......ابھی تمہیں ایک چیز کی ضرورت باقی ہے......لیکن میں نہیں بتاتا......اپنے ان علماء کے پاس جاؤ......جن علماء سے جمعۃ المبارک کا خطبہ سنتے تھے......جن کے ہاں جمعہ پڑھا کرتے تھے......ان سے پوچھو......کہ اب کوئی چیز باقی رہ گئی ہے......؟ ہم اللہ سے وہ بھی مانگیں

حدیث میں آتا ہے......ہم سب لوگ اپنے اپنے عالم کے پاس جائیں گے......جن کے پیچھے ہم نے جمعہ کی نمازیں ادا کی ہوں گی......علماء ہمیں بتائیں گے......ایک چیز باقی رہ گئی ہے......کہ ساری نعمتیں ملیں......محبوب کا دیدار نہ ملے......تو آدمی بے لطف رہتا ہے......مکان ہو......آسائش کا سامان میسر ہو......لیکن اس مکان کا مکین نہ ہو......محبوب سامنے نہ ہو......یار کا دیدار نہ ہو......ان تمام چیزوں کی لذت بے مزہ ہو جاتی ہے......بے

ذائقہ ہوجاتی ہے...... اصل محبت کو محبوب کی تمنا ہوتی ہے...... کہ محبوب کا دیدار کیا جائے ہمیں علماء بتائیں گے...... کہ اللہ سے اللہ کا دیدار مانگیں...... پھر ہم وہاں کہیں گے۔

- اللہ بن دیکھے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہا تھا۔
- بن دیکھے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہا تھا۔
- بن دیکھے تیرے سجدے کیے تھے۔
- بن دیکھے شہید خون میں لت پت ہوگئے تھے۔
- بن دیکھے ان لوگوں نے جان پیش کی۔
- بن دیکھے مال قربان کر دیا تھا۔
- تجھے دیکھا نہیں تھا پھر بھی یقین کرتے تھے۔
- راتوں کو جاگتے تھے۔
- تجھے دیکھا نہیں تھا دن کو بھوکے رہتے تھے۔
- تجھے دیکھا نہیں تھا...... تیرے پیغمبر کی زبان پر یقین کر کے ہم یہ سب کچھ کرتے رہے...... اب تو اپنا دیدار کرا دے...... پھر اللہ اس میدان مزید میں جمع کر کے تمام لوگوں کو بٹھا کر اللہ اپنا دیدار کرائیں گے...... وہ دیدار کا وقت وہی ہوگا...... جو ہر ہفتے جمعہ کا وقت ہوگا

قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عجیب بات لکھی ہے...... اب یہ مسئلہ یاد کر کے جائیں...... جو شخص جمعہ کے دن اپنے خطیب کے جتنا قریب بیٹھ کر خطبہ سنے گا...... قیامت کے دن اللہ کے اتنا قریب ہو کر دیدار کرے گا...... یہ میدان، یہ جمعہ کا اجتماع، یہ عام اجتماع نہیں ہوتا...... یہ اس جہاں میں اس میدان مزید کا عکس ہے۔

میں جنت کی نعمتوں کا عکس:

علماء نے لکھا ہے...... جنت میں ہر نعمت اصل ہے...... دنیا میں اس کی تصویریں ہیں...... اس لئے جنتی کہیں گے...... کہ ہمیں یہ نعمتیں ان نعمتوں سے ملتی جلتی مل رہی ہیں...... دنیا میں ہم کھایا کرتے تھے...... لیکن اس کا ذائقہ مختلف ہوگا...... یہ انار، یہ انگور، یہ وہ ساری نعمتیں جو ہم دنیا میں کھاتے اور پیتے ہیں...... جنت میں ہوں گی...... لیکن وہ اصل ہوں گی...... یہ ان کی کاپیاں ہیں...... یہ انکی نقل ہے...... تو اصل دن جمعہ کا وہ ہوگا...... جب اللہ کا دیدار کریں گے...... یہ اس کی نقل ہے...... اس دنیا میں جس دن ہم جمعہ کے دن جمع ہوتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے...... کہ جب بھی مقرر تقریر کرے...... خطیب خطبہ دے جمعہ پڑھانے والا آپ کو جمعہ پڑھائے...... تو آنکھیں بند کر کے نہ بیٹھنا چاہئے...... اس وقت گفتگو سنتے ہوئے گردنیں نیچی کر کے نہیں بیٹھنا چاہئے...... بلکہ اپنی آنکھیں اپنے خطیب کے چہرے پر ڈال کر اس کی گفتگو اس کے انداز کو دیکھو...... اور سمجھو آج اس کو جتنے قریب سے دیکھے گا...... قیامت کے دن اتنے قریب سے اللہ کا دیدار کرے گا...... اب اللہ جس کو نظر آئے...... اس پہ کیا...... کیفیت طاری ہوگی...... (سبحان اللہ) اس لئے جس کو یہاں سبحان اللہ کہنے کی عادت ہوگی...... اس کو وہاں بھی سبحان اللہ کہنے کی عادت ہوگی...... جب بھی اچھی گفتگو سنا کریں...... اس پر سبحان اللہ کہا کریں۔

خطبہ سننے کا مسئلہ:

ایک اور بات مسئلے کے طور پر آئی ہے کہہ دوں...... کہ جب خطبہ پڑھا جاتا ہے...... خطبے کے دوران لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے...... پہلے ہاتھ باندھ لیتے ہیں...... دوسرے خطبے پہ اپنے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ لیتے ہیں...... یہ کوئی مستقل شرعی طریقہ نہیں...... دو زانوں بیٹھنا ادب کا تقاضا ہے...... سنت ہے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ہونے چاہئیں...... لیکن

خطبہ کے دوران آپ کی نظر آپ کے خطیب کے چہرے پر ہونی چاہئے......اور نماز کی حالت میں نگاہ سجدے کی جگہ پر اس لئے ہو......کہ اس وقت براہ راست اس ذات کی عبادت کر رہے ہیں......جس کو......سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ......سب سے زیادہ بلند سمجھتے ہیں......اب یہاں دیکھیں...... جہاں آپ نے اللہ کے دربار میں سر سجدے میں رکھنا ہے......اس وقت یہ تصور پیش کریں......مولیٰ قیام میں، مَیں سجدے کی جگہ اس لئے دیکھ رہا ہوں......کہ میرا سر اتنا بلند ہو......کہ اب اتنا پستی میں جا رہا ہے......یہ دنیا میں کسی کے آگے نہیں جھکا......صرف تیرے آگے جھکا ہے......اس وقت تو زمین پہ دیکھنا چاہئے......لیکن خطبہ سنتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے......ایک دوسرے کو دیکھنے کی بجائے اپنے خطیب کے چہرے کو دیکھنا چاہئے......یہ آداب ہیں۔

جمعۃ الوداع:

پھر الوداع، الوداعی جمعہ، اختتامی جمعہ، جمعۃ الوداع کس حیثیت سے ہے......کیا اس کے بعد کوئی جمعہ ایسا نہیں آئے گا......؟ضرور آئیں گے......لیکن پتہ نہیں......ہم میں سے کتنے مسلمان جو پچھلے سال رمضان المبارک کے اس جمعہ میں تھے......اور آج وہ قبروں کی زینت بنے ہوئے ہیں......ہم میں سے پتہ نہیں......آئندہ سال کون ہوگا......اور کون نہیں ہوگا......رمضان ملے گا یا نہیں ملے گا......لیلۃ القدر ہمیں نصیب ہوگی یا نہیں ہوگی......رمضان آئے گا......لیلۃ القدر آئے گی......جمعۃ الوداع آئے گا......لیکن ہمیں اپنا پتہ نہیں......کہ ہم ہوں گے......یا نہیں ہوں گے۔

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے
یہ چہچے تو ہوتے رہیں گے......لیکن دیکھنے والی آنکھیں بند ہو جائیں گی......

سننے والے کان ساکت ہو جائیں گے۔

میرے دوستو......!اس کو الوداعی اس لئے کہا جاتا ہے...... کہ اس ماہِ رمضان کی آمد کا استقبال احترام سے کیا تھا...... اس کے جاتے ہوئے بھی احترام سے رخصت کرو...... جب معزز مہمان آئے تو استقبال کرو...... جب جائے تو احترام سے رخصت کیا کرو...... یہ جمعۃ الوداع ہے...... اس مناسبت سے ہم اس مہمان کو احترام کے ساتھ اپنے آپ سے رخصت اور الوداع کریں۔

دیکھیں! جب کوئی دنیا سے جدا ہو...... دوست دوست سے جدا ہوتا ہے......! آپ کے افسروں کا تبادلہ ہوتا ہے...... معززین شہر اس کو الوداع کہتے ہیں۔

میری اور آپ کی بچی ہے...... پیار سے پالا ہے...... تربیت کی ہے...... تعلیم دی ہے...... بالآخر یہ مستقل نہیں ٹھہرے گی...... ایک وقت آتا ہے...... ہم اس کی رخصتی کا انتظام کرتے ہیں...... اب ہم اس کو الوداع کر رہے ہوتے ہیں...... جس کو جس سے جتنی زیادہ محبت ہو الوداع کرتے ہوئے...... اس سے اتنی زیادہ عقیدت کا اظہار کرنا چاہئے۔

جدائی کی کیفیت:

آپ دیکھیں...... الوداعی تقریب میں دو کیفیتیں بڑی عجیب ہوتی ہیں...... ایک تو اس کو رخصت کرتے ہوئے...... اس کے تقدس کو سامنے رکھ کے اس کا احترام کرنا چاہئے...... دوسری بات اس کی جدائی پہ آنکھوں میں آنسو آتے ہیں...... اس کا بھی اظہار کرنا چاہئے...... کہ بڑی عظمت کی بات تھی۔

آپ دیکھتے ہیں...... دنیا میں بڑے بڑے نیک اور صالح لوگ یا جب کوئی اللہ والا دنیا سے رخصت ہوتا ہے...... تو کیا کہتے ہیں...... عام آدمی اس کو غسل نہ دے...... نیک صالح تلاش کر کے لاؤ...... تا کہ اس کے غسل میں وہ شریک ہوں...... منادی کرو...... اس کا

جنازہ عام آدمی نہیں پڑھائے گا......فلاں ولی اللہ کو بلاؤ......وہ اس کے جنازے کی امامت کرائے......یہ الوداعی تقریب ہے۔

احترام کا تقاضہ یہ ہے......کہ معزز شخصیتوں کا جنازہ اٹھایا جائے......تو احترام سے اٹھایا جائے......اس پہ آپ خوشبو چھڑکتے ہیں......عطر لگاتے ہیں......کافور لگاتے ہیں......کفن اچھا پہناتے ہیں......چارپائی صاف ستھری ہوتی ہے......میت اٹھا کر لے جاتے ہیں......جلدی نہ چلو......اس کے جسم کو جھٹکے نہیں آنے چاہئیں......میت کو ایسی سواری پہ نہ رکھو......جس سے اس کو ہچکولے لگیں......آرام سے لے کر جاؤ......یہ اس کے تقدس کا تقاضہ ہے......احترام کا تقاضہ ہے......لیکن جب اس کو الوداع کر کے روانہ کرتے ہیں......آخری منزل پہ چھوڑ کر آتے ہیں......آنکھوں میں آنسو بھی ہوتے ہیں......یہ اس کو اچھے کپڑے پہنانا......اس کو خوشبو لگانا......یہ کوئی خوشی کی نشانی نہیں......کہ ہم بڑے خوش ہیں......یہ نہیں بلکہ اچھے کپڑے پہنانا......اچھی تقریب کرنا......یہ اس بات کی دلیل ہے......کہ ہمارے دل میں آپ کی کتنی قدر و منزلت تھی......کتنا احترام تھا۔

جب تو آیا تھا......تب بھی تیرا احترام کیا تھا......اب جب ہم آپ کو الوداع کر رہے ہیں......تو اس عقیدت کے ساتھ جدا کر رہے ہیں......اس عقیدت کا انداز ظاہر کرنا چاہئے۔

دیکھیں......! اچھا کفن پہناتے ہوئے بھی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں......کہتے ہیں اچھی سے اچھی خوشبو لاؤ......جو دنیا میں کسی نے نہ لگائی ہو......خوشبو اچھی لگا رہے ہیں......لوگ آپ سے کہیں گے......خوشبو زندہ لگاتے ہیں......مردوں کو کیوں لگا رہے ہو......؟ ہم کہتے ہیں......اس کی عقیدت اور محبت کا تقاضا یہ ہے......کہ ایسی خوشبو ہو......حالانکہ جدائی پہ صدمہ ہوتا ہے......یہ ظاہری باتیں اس کی خوشی کا اظہار ہیں......یہ خوشی نہیں ہوتی......یہ اس کے ساتھ عقیدت اور تعلق کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔

آپ جب بچی کو رخصت کرتے ہیں...... جگر کا ٹکڑا آدمی کاٹ کر دوسرے کے حوالے کر رہا ہوتا ہے...... حضرت خلیفہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالقادر بہت بڑے جامع شریعت آدمی تھے...... مولانا عبدالشکور دین پوری کے دادا تھے...... ان کو حضرت نے بیٹی دی تھی...... تو جب بھی کوئی چیز آتی...... تو پہلے فرماتے...... یہ عبدالقادر کے گھر بھجوا دو...... ایک مرتبہ حضرت کی اہلیہ نے کہا...... کہ جو چیز آئے پہلے عبدالقادر کا نام لیتے ہو...... یہ آپ کے بچے نہیں...... عبدالہادی ظہیر الحق وغیرہ ان میں سے کسی کو بھجوا دیا کرو...... حضرت نے فرمایا...... جگر کا ٹکڑا کاٹ کر تو عبدالقادر کو دے دیا ہے...... باقی اپنے پاس رکھا کیا ہے۔

بیٹی سے فطری محبت ہوتی ہے...... جب آپ اس کو جدا کر رہے ہیں...... اپنا جگر کاٹ کر دوسرے کے حوالے کر رہے ہوتے ہو...... بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے...... کیا اس صدمے میں اس کو گندے کپڑے پہناتے ہیں......؟ بلکہ اچھے سے اچھا جہیز لے کر دیتے ہیں...... اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں اسے لے کر دیتے ہیں...... کوشش یہ ہوتی ہے...... کہ میری استعداد کے مطابق جو کچھ اس بچی کو دے سکتا ہوں دوں...... تا کہ میں الوداعی تقریب اس انداز سے کروں...... کہ میری بچی کو بھی معلوم ہو...... میرے والدین کو مجھ سے کتنی محبت ہے...... میرے داماد کو بھی پتہ چلے...... کہ اس نے کتنا عظیم جگر کا ٹکڑا کاٹ کر میرے حوالے کر دیا ہے...... ہم اس عقیدت سے اس کو الوداع کرتے ہیں...... یہ الوداعی ایام اس کی زندگی کا نچوڑ بتاتے ہیں...... ہمیں اس سے تعلق کتنا تھا۔

آج کے جمعہ میں میری اور آپ کی حاضری، آج کے جمعہ میں اللہ کے دربار میں رونا اور گڑگڑانا...... آج جمعہ کی تقریب میں دعائیں مانگنا...... یہ رمضان المبارک سے عقیدت اور اظہار محبت کا اندازہ ہوگا...... پتہ چلے گا...... کہ ہمیں اس مہینہ سے کتنی محبت تھی...... ہمارا اس سے کتنا تعلق ہے...... اس کی جدائی پہ ہمیں کتنا بڑا احساس ہو رہا ہے......

یہ بابرکت مہینہ جو آج سے دو تین دن بعد جدا ہونے والا ہے...... جس کا یہ آخری جمعہ ہے...... پھر اس کا جمعہ نہیں آئے گا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

یہ الوداعی انداز ہوتا ہی بڑا عجیب ہے...... حدیث میں ہے...... کہ جب حضور اکرم کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا کی رخصتی کا وقت آیا...... اماں خدیجۃ الکبریٰ فوت ہو چکی تھیں...... حضور ﷺ آئے...... اللہ کے نبی نے آکر اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا...... میری بیٹی فاطمہ کو اچھے کپڑے پہنانا...... عائشہ! اس کا پورا انتظام کرنا...... عائشہ! آج میری خدیجہ ہوتی اپنے ہاتھوں سے اس کو رخصت کرتی...... تو کیا منظر ہوتا...... آج میری بڑی بیوی جو اس کی سگی ماں ہے...... وہ ہوتی...... تو اس پہ کیا کیفیت ہوتی...... عائشہ! اس انداز سے پیش آنا...... کہ میری بیٹی فاطمہ کو ماں کا احساس نہ رہے...... لیکن یہ ناممکن ہوتا ہے...... کہ احساس نہ ہو...... جب کوئی زیادہ محبت کا اظہار کرے...... تو پھر بھی ذہن میں یہ بات آتی ہے۔

- یہ تو خالہ اتنا پیار کر رہی ہے...... یہ تو چچی اتنا پیار کر رہی ہے۔
- یہ تو بہن اتنا پیار کر رہی ہے...... یہ تو سوتیلی ماں اتنا پیار کر رہی ہے......

آج سگی ماں ہوتی...... تو کتنا پیار کرتی...... وہ بڑی عجیب کیفیت آدمی پہ طاری ہو جاتی ہے

آقائے نامدار ﷺ کی جدائی:

ایسے اللہ کے پیغمبر ﷺ کے جدا ہونے کا وقت آیا تھا...... چونکہ الوداعی تقریب ہے...... حضور ﷺ نے پورے خاندان میں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا...... قریب کر کے ایک جملہ کہا...... تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں آنسو آگئے...... دوسرا جملہ فرمایا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا مسکرا پڑیں...... اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے رہا نہ گیا...... وہیں پوچھ لیا بیٹی کیا ہوا......؟ کیوں روئی......؟

کیوں ہنسی......؟ کہا امی روئی......تو اس لئے تھی...... کہ ابا نے کہا تھا...... بیٹی فاطمہ آج اپنے ابا محمد کا چہرہ جی بھر کر دیکھ لے۔(۱)

- پھر یہ مدینہ ہوگا...... مدینہ والا نہ ہوگا۔
- منبر ہوگا...... زینت منبر نہیں نظر آئے گا۔
- مصلی ہوگا...... وارث نہیں نظر آئیگا۔
- مسجد نبوی ہوگی...... مسجد نبوی کا امام نظر نہیں آئے گا۔
- یار بیٹھے ہونگے...... سردار جدا ہو جائیگا۔
- بیٹی تو رہے گی...... ابا دنیا سے چلا جائے گا۔

فاطمہ کی ہچکیاں بندھ گئیں...... دوسری مرتبہ بلا کر فرمایا...... بیٹی رونا نہیں ......گھبرانا نہیں...... میرے سارے خاندان میں سب سے پہلی بچی تو ہوگی...... جو مجھے سب سے پہلے آکر ملے گی...... چنانچہ حضور ﷺ کی جدائی کے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمۃ الزہراؓ دنیا سے رخصت ہوئیں۔

یہ الوداعی تقریب ہوتی ہی عجیب ہے...... صحابہ پہ عجیب کیفیت طاری ہوئی...... تین دن تک رحمۃ للعالمین کا جسد اطہر رکھا رہا...... صحابہ تڑپتے رہے...... کہتے تھے برداشت نہیں ہوتا...... کہ اللہ کے اس حسین محبوب کو اس زمیں کے اندر دفن کریں...... غالباً حضرت عائشہؓ کے عربی اشعار ہیں...... جن کا مفہوم یہ ہے...... کہ ان لوگوں نے کتنے بڑے حوصلے سے کام کیا ہوگا...... جنہوں نے پیغمبر کو لحد میں اتارنے کے بعد مٹی ڈال کے اس قبر کو بند کیا ہوگا...... اتنا بڑا حوصلہ جرأت ان لوگوں کو ہوئی ہوگی۔

---

(۱) کنز العمال ص۵۰ ج۱۲، فتح الباری ص۱۰۳ ج۸، صحیح البخاری ص۶۳۸ ج۲، فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل ص۷۵۱ ج۲

صحابیہ خاتون ؓ اور محبت رسول ﷺ:

حضور ﷺ کی جدائی کے بعد ایک عورت آئی...... سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کے پاس آ کر کہا...... مجھے رسول اللہ ﷺ کا روضہ تو دکھا دو...... دور سے آئی ہوں...... پیغمبر کا چہرہ دیکھ کر گئی تھی...... آقا جدا ہو گئے...... مجھے اطلاع دیر سے ملی ہے...... میں ذرا جگہ تو دیکھ لوں

حدیث میں آتا ہے...... کہ سیدہ عائشہ ؓ نے حجرہ کھولا...... اس عورت نے یوں دیکھا...... نظر پڑی...... عربی کے دو شعر حضور ﷺ کی خدمت میں پڑھے...... وہیں چیخ نکلی اور جان بحق ہو گئی...... یہ تو اس دور کی بات ہے...... میری اپنی گناہ گار آنکھوں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے...... آج سے دو سال پہلے جب میں مدینہ طیبہ یہی رمضان المبارک گذارنے کے لئے گیا تھا۔(۱)

ایک مصری عورت اور محبت رسول ﷺ:

وہاں طریقہ یہ ہے کہ جس وقت عورتوں کے سلام پڑھنے کا وقت ہو مردوں کو ہٹا دیتے ہیں...... صرف عورتیں آ کر سلام پڑھتی ہیں...... روضہ اطہر پر ایک عورت عربی لباس میں ملبوس مصری خاتون عربی کے اشعار پڑھتی ہوئی...... باب النساء سے حرم النبی میں داخل ہوئی...... عورتیں اسے روکنے لگیں...... چیختی ہوئی عربی کے اشعار پڑھتی ہوئی آئی...... روضہ اطہر کے پاس روکنے والے خدام کھڑے ہوتے ہیں...... وہ روضہ اطہر کے قریب کسی کو نہیں آنے دیتے...... ایک طرف ہٹا دیتے ہیں...... ہاتھ کسی کو نہیں لگانے دیتے...... دوڑی ہوئی پیغمبر کے حجرہ اقدس کے قریب آئی...... جالی کے ساتھ یوں ہاتھ لگایا...... چہرہ رکھا وہیں گری روح پرواز کر گئی...... مسجد نبوی میں وہیں روح پرواز ہوئی...... یہ عجیب کیفیت ہے...... محبوب کی ملاقات کی بے تابی میں جان آفرین کے حوالہ کر دی۔

---

(۱) سیرت المصطفیٰ ، ۳۷

محبت اصحاب رسول اور جدائی کا منظر:

حدیث میں آتا ہے...... جب پیغمبر جدا ہوئے...... تو صحابہ کی یہ کیفیت تھی...... کہ پورے مدینے میں اندھیرا چھا گیا تھا...... ایک صحابی بکریاں چرا رہے تھے...... کسی نے کہا...... تو یہاں بکریاں چرا رہا ہے...... جس کا تو کلمہ پڑھتا ہے...... وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں...... پہاڑی پر صحابی کھڑا ہوا تھا...... دونوں انگلیاں اپنی آنکھوں پر رکھ کر زور سے دبایا...... اور کہا اے اللہ! جس محبوب کا کلمہ پڑھتا تھا...... اب مدینہ جاؤں اور محبوب نظر نہ آئیں میری آنکھیں لے لے...... صحابی نے انگلیں ہٹائیں...... تو دونوں آنکھوں سے نابینا ہو چکے تھے۔

سیدنا بلالؓ اور وفات رسول ﷺ:

سیدنا بلالؓ مسجد نبوی میں محبوب کے وصال پر ملال، باکمال، لازوال، کے بعد اذان دینے کے لئے کھڑے ہوئے...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اکبر اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ...... کہا، گرے، بے ہوش ہو گئے ...... صحابہ نے بلال کو پکڑ کر اٹھایا...... کہ بلال خیر تو ہے......؟ کہنے لگے جب میں اذان دیتا تھا...... آقا منبر پہ ہوتے تھے...... اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ...... کہتا تو مصطفیٰ کے چہرے پہ نظر پڑتی...... آج جب میں نے اذان دی...... اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ زبان پہ آیا...... مگر محمد نظر نہیں آئے...... گرے، بے ہوش ہو گئے...... سیدنا بلال نے قسم اٹھائی کہ میں مدینے میں اذان نہیں دوں گا...... مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔(۱)

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے...... ایک سال تک واپس نہ آئے ایک مرتبہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی...... حضور ﷺ نے فرمایا...... بلال اسی کا نام

---

(۱) سیرت بلال

یاری ہے...... ؟ یا وہ دور تھا...... تیرے سینے پہ پتھر ہوتے تھے...... گردن میں رسیاں ہوتی تھیں...... مکے کے بازاروں میں تجھے گھسیٹتے تھے...... پھر بھی مجھ سے جدا نہیں ہوتا تھا...... اب میرے جانے کے بعد تو نے میرا مدینہ بھی چھوڑ دیا ہے...... آنکھ کھل گئی...... بلال کہتے ہیں...... مجھ سے رہا نہ گیا...... میری چیخیں نکل گئیں...... وہیں سے اٹھے...... پوری رات سفر کرتے رہے...... جب مدینہ طیبہ پہنچے...... صبح تہجد کا وقت تھا...... حسنین کریمین شاہزادے مسجد نبوی میں بیٹھے تھے...... دیکھا چچا بلال آئے ہیں...... تڑپ گئے...... اٹھ کے کھڑے ہو گئے...... چچا جان...... ! آپ چلے تو گئے تھے...... اور آپ کے جانے کے بعد اذان تو ہوتی تھی...... لیکن بلال کی آواز نہیں آئی۔

اذان تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

......آج روح بلالی نہیں رہی......

رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

. آج اذانیں ہم اور آپ بھی سنتے ہیں...... لیکن بلال والی روح نظر نہیں آتی...... حضرت بلال جب پہنچے...... تو بچوں نے کہا چچا اذان دیجئے...... یہ دونوں شاہزادے وہ تھے...... جن نواسوں کو سیکھنے کے بعد صحابہ کہتے ہیں...... جب بھی ہمیں حضور کی یاد ستاتی...... ہم منبر کے ساتھ ان دونوں کو کھڑا کرتے...... حسن کا چہرہ دیکھتے حسین کو دیکھتے محمد ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی...... ان دونوں بچوں کو دیکھا۔

بلال کہتے ہیں...... میری آنکھوں میں رسول اللہ ﷺ کا نقشہ گھوم آیا...... مجھ سے رہا نہ گیا...... اذان دینا شروع کی...... کہ شاہزادوں کی فرمائش ہے...... ان کا دل نہ دکھاؤں...... اس لئے پیغمبر بھی ان کا دل نہیں دکھایا کرتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے...... حضور دروازہ کھٹکھٹاتے تھے...... فرماتے تھے فاطمہ! حسن اور حسین کے رونے کی آواز جب میرے کانوں میں آتی ہے...... میرا دل دکھنے لگتا ہے...... محمد سب کچھ برداشت کرسکتا ہے...... نواسے مجھے بڑے پیارے لگتے ہیں...... میں ان کا رونا برداشت نہیں کرسکتا۔

حضرت بلال ؓ نے اذان دینا شروع کی ...... تو مدینے میں کہرام مچ گیا...... مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب کے سب چیخیں مارتے مسجد نبوی کی طرف آئے...... پوچھا گیا کہاں جارہے ہو......؟ کہنے لگے لوگو یہ وہی مؤذن ہے...... جو پیغمبر کی زندگی میں اذان دیتا تھا...... آمنہ کے لال کے بعد مؤذن بھی مدینہ چھوڑ کر چلا گیا تھا...... حضور بھی چلے گئے...... دو سال کے بعد یہ مؤذن لوٹا ہے...... دیکھنے جارہے ہیں ...... اکیلا مؤذن آیا ہے...... یا امام بھی آئے ہیں...... لیکن مسلمانو! امام وہاں جاچکے تھے...... جہاں جانے کے بعد واپس کوئی نہیں آیا کرتا۔

جدائی کی کیفیات:

جمعۃ الوداع یہ جدائی کا جمعہ ہے...... آج کے جمعہ میں وہ تمام الوداعی کیفیات کو سامنے رکھ کر سوچو...... کہ کتنے بڑے احترام کا مہینہ آیا تھا...... جس مہینہ میں صبح وشام کی دعائیں قبول ہوتی ہیں...... رمضان قرآن کی تلاوت کا مہینہ ہے...... رمضان عظمت والا مہینہ ہے...... برکت والا مہینہ ہے...... ہدایت والا مہینہ ہے...... انعام والا مہینہ ہے...... لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے...... ایسا بابرکت مہینہ جس میں اعتکاف جیسی نعمت، روزے جیسی نعمت، تراویح جیسی نعمت اس امت کو ملی ہے...... آج اس کی رخصتی کے دن آرہے ہیں...... الوداعی تقریب ہے...... اپنی بیٹی کو جدا کرتے ہو...... اچھا کرکے روانہ کرتے ہو...... دوست کو الوداع کرتے ہو...... بہت دور تک الوداع کرنے کا اہتمام

کرتے ہو۔

فلسفہ عید سعید:

غور کریں ...... رمضان المبارک کی جب آخری تاریخ آتی ہے...... اس سے اگلے دن مسلمان عید پڑھتے ہیں ...... حضور ﷺ جب مدینہ میں آئے تو بتایا گیا ...... یہاں پر لوگوں کے دو دن ہیں ...... جن دنوں میں یہ لوگ خوشیاں کرتے ہیں ...... باقاعدہ گھوڑ دوڑ ہوتی ہے ...... حضور ﷺ نے فرمایا ...... یہ ان کی جاہلانہ رسم ہے ...... اللہ نے ہر قوم کے لئے ایک خوشی کا دن متعین کیا ہے ...... اور میرے لئے خوشی کا دن رمضان کی تکمیل کے بعد عید والا دن ہے ...... اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَّھٰذَا عِیْدُنَا ...... (۱) ہر قوم کے لئے ایک خوشی کا دن ہے ...... لیکن میرے لئے خوشی کا دن عید کا دن ہے۔

عید کسے کہتے ہیں؟:

عید کیا ہے ......؟ عید کا لفظ عود سے ہے عود کا معنیٰ ہوتا ہے لوٹنا ...... یہ وہ دن ہے ...... جو ہر سال لوٹ کر آتا ہے ...... ایک معنیٰ عید کا خوشی کرنا ہے ...... کہ اس دن مسلمان خوشی کرتے ہیں ...... خوشی کا اظہار کرتے ہیں ...... لیکن میرا آپ سے ایک سوال ہے ...... کہ محبوب جدا ہو تو اس پہ خوشی ہوتی ہے یا افسوس ......؟ افسوس ہوتا ہے۔

یہ کیا عجیب بات ہے ...... کہ رمضان المبارک جیسا بابرکت مہینہ جدا ہو رہا ہے ...... اور آپ خوشی کر رہے ہیں ...... یہ خوشی ہے ...... اور اس میں جو صدقۃ الفطر دیا جاتا ہے ...... یہ بھی ایک خوشی کا اظہار ہے ...... بھائی خوشی آپ کس بات کی کر رہے ہیں ...... رمضان کے جانے کی ......؟ ایسا مہینہ تو صدا بہار رہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۶ ج ۱ عن عائشہ

حدیث میں آتا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... جو رمضان میں نعمتیں ملتی ہیں...... اگر تم میں سے کسی کو پتہ چل جائے...... تو تم تمنا کرو...... کہ پورا سال رمضان رہ جائے۔

بھائی یہ خوشی رمضان کے جانے کی نہیں...... رمضان کو پورا پانے کی ہے...... کہ اللہ تیرا شکر ہے...... جو عظمت والا مہینہ دیا تھا...... ہم نے اس کو پالیا ہے...... تیرا شکر ہے...... ہم نے اس میں نماز پڑھی ہے...... تیرا شکر ہے...... کہ ہم نے تراویح کا اہتمام کیا ہے...... تیرا شکر ہے...... کہ ہم نے عبادت کی ہے...... تیرا شکر ہے...... کہ تیرا ذکر کیا ہے۔

رمضان ایک ایسا مہینہ ہے...... جو بابرکت ہے...... رمضان کے جانے پر نہیں...... بلکہ رمضان کو پورا پانے پر خوشی ہے...... اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا...... کہ لوگو یوم الفطر عید کا دن ہے...... اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ لِلْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ...... یہ کھانے کا دن ہے...... پینے کا دن ہے...... اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی خوشی اور گفتگو کا دن ہے...... ان سے محبت کرنے اور باتیں کرنے کا دن ہے۔

پھر عید الاضحیٰ کے تین دنوں میں میرے پیغمبر نے فرمایا...... کوئی مسلمان کلمہ گو روزہ نہ رکھا کرے...... بیشک صائم الدھر ہو...... سارا سال روزے رکھے...... ان دنوں میں روزہ نہ رکھے...... کہ یہ دن خوشی کرنے کے ہیں...... کھانے کے ہیں...... پینے کے ہیں جو اس دن کھائے گا...... پیئے گا...... خوشی کرے گا...... اللہ اس کے تمام گناہوں کو بھی معاف کریں گے...... اور اس دن کھانے پینے کا حساب بھی نہیں لیں گے۔

عبادت کیا ہے؟:

عبادت کیا ہے......؟ عبادت نام ہے اللہ کے حکم کی تکمیل کا...... یہاں حکم ہے دن کو نہیں کھانا یہ عبادت ہے...... عید کے دن حکم ہے ضرور کھاؤ...... یہ عبادت ہے...... عید

کے دن صبح کھائیں...... تو عبادت ہے...... پانی پئیں...... تو عبادت ہے...... دوستوں سے ملیں...... تو عبادت ہے...... گھر میں بچوں سے پیار کی باتیں کریں...... تو عبادت ہے...... یہ جتنا خوشی کا اظہار کرتے جائیں گے...... تو یہ عبادت بنتی جائے گی۔

عید سعید یا وعید شدید:

حضرت پیر عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں عجیب بات لکھی ہے...... وہ لکھتے ہیں...... عید کا دن دراصل میدان محشر کا ایک نقشہ ہے...... قیامت کے دن لوگ قبروں سے نکل کر میدان محشر کی طرف آئیں گے...... اس دن لوگ گھروں سے نکل کر مسجد کی طرف آتے ہیں...... قیامت کے دن بھی کھلے میدان میں دنیا جمع ہوگی...... عید کے دن بھی کھلے میدان میں لوگ جمع ہوتے ہیں...... قیامت کے دن بھی سزا اور جزا کا فیصلہ ہوگا...... عید کے دن بھی پورا رمضان گزارنے کے بعد اس دن جزا اور سزا کا فیصلہ ہوتا ہے...... قیامت کے دن بھی جو لوگ نیک اور صالح ہیں...... ان کے چہرے نورانیت اور روشنی کی وجہ سے جگمگا رہے ہوں گے...... بدکار لوگوں کے چہرے اس دن سیاہ اور کالے ہوں گے...... عید کے دن بھی دیکھ لیا کرو...... کہ جنہوں نے روزے رکھے ہوں...... تلاوتیں کی ہوں...... عبادت کی ہو...... اعتکاف کیا ہو...... اللہ کے راستے میں صدقہ اور خیرات کی ہو...... ان سب کے چہرے خوشی سے کھل کھلا رہے ہوتے ہیں...... اور جنہوں نے روزوں کو کھایا ہو...... اور بے احترامی کی ہو...... بیشک اچھے کپڑے پہن کر آئیں...... ان کے چہروں پہ لعنت کی پھٹکار پڑ رہی ہوتی ہے۔

قیامت کے دن میدان محشر لگے گا...... اللہ کی عدالت ہوگی...... فرمایا اس دن بھی عید کی نماز کے بعد امام خطبہ دیتا ہے...... اور اس کے خطبہ کا جب اختتام ہوتا ہے...... تم اپنے گھروں کی طرف لوٹ رہے ہوتے ہو...... تو اس وقت میدان محشر میں جزا اور سزا کے ایک

نقشے کا عکس ہوتا ہے...... کہ اس وقت بھی اس فیصلہ کے بعد جنتی جنت میں جہنمی جہنم کی طرف جائیں گے...... اس وقت بھی نیک لوگ نعمتیں لے کر، مبارک بادیاں لے کر، اللہ کی طرف سے انعامات لے کر، خدا کی طرف سے بخشش کا سامان لے کر اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہوتے ہیں...... اور بدکردار لوگوں پر لعنت برس رہی ہوتی ہے...... وہ لعنت لے کر اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں...... جانا ہر ایک نے اپنی منزل پہ ہے...... کوئی رحمت لے کر جاتا ہے...... کوئی لعنت لے کر جاتا ہے۔

صدقۃ الفطر کا وجوب:

دوسری بات عید کے دن صدقۃ الفطر دینا واجب ہے...... ہر وہ شخص جس پر زکوۃ لازم ہے...... اس پر صدقۃ الفطر بھی واجب ہے۔

دوسرا اس پر زکوۃ تو واجب نہیں...... لیکن عید کی صبح سے پہلے تک اچانک اس کے پاس کہیں سے اتنا مال آگیا...... باون تولے چاندی یا اس کی قیمت جتنی رقم اکٹھی ہوگئی ہے...... اس پہ صدقۃ الفطر واجب ہے کہ وہ ادا کرے...... یا گھر میں ایسی چیز جو ضرورت استعمال سے زائد ہے...... جیسے ٹی وی یہ استعمال کی چیز نہیں...... فریج گھر کے استعمال کی چیز ہے...... یا ایسا لباس بعض لوگوں کے ہاں بیس پچیس بستر پڑے ہوتے ہیں...... مشکل سے سال میں آٹھ یا دس بستر استعمال ہوتے ہیں...... باقی پیٹیوں میں بند پڑے ہیں...... اب ان تمام چیزوں کی مالیت باون تولے چاندی سے زائد ہے...... اس پر صدقۃ الفطر دینا واجب ہے...... بلکہ حدیث میں واضح الفاظ ہیں...... امیر بھی دے...... غریب بھی دے...... بڑا بھی دے...... چھوٹا بھی دے...... آزاد بھی دے...... غلام بھی دے...... پوچھا گیا اللہ کے رسول کیسے......؟ فرمایا غلاموں کی طرف سے جوان کا مالک آزاد ہے...... اس کے ذمہ ہے...... کہ وہ صدقۃ الفطر دے...... جن کے پاس یہ کھانا کھاتے ہیں...... دن رات

رہتے ہیں...... وہ ان کی طرف سے ادا کریں...... چھوٹے کم عمر بچوں کی طرف سے ان کا والد ادا کرے...... ہاں عورت اپنا صدقۃ فطر خود ادا کرے...... یہ علیحدہ بات ہے...... کہ ایک دوسرے کی طرف سے دے دیں تو یہ جائز ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھیں...... کہ عید کی صبح کو طلوع فجر سے پہلے کوئی بچہ پیدا ہوا ہے...... اس کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر دینا واجب ہے۔

صدقۃ الفطر کے فوائد:

حضور ﷺ نے فرمایا...... صدقۃ الفطر دینے کے دو فائدے ہیں...... ایک فائدہ تو یہ ہے...... کہ صدقہ اور خیرات کرنے سے پورے رمضان میں تھوڑی بہت جو کوتاہی اور بے راہ روی ہوگئی...... کسی سے بدکلامی ہوگئی...... زیادتی ہوگئی...... نوافل کا اہتمام پورا نہیں ہوا...... تلاوت مکمل نہیں ہوئی...... یا کچھ تراویح رہ گئیں...... روزے میں کچھ لغو باتیں ہوجاتی ہیں...... فرمایا اس صدقہ دینے سے اللہ تعالیٰ تمہاری وہ سب کوتاہیاں معاف کر کے روزے کو شرف قبولیت بخشتے ہیں...... بلکہ حدیث میں ایک اور جملہ ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... جو صدقۃ الفطر دیتا ہے...... اس کے روزے کی مقبولیت میں اور کوئی چیز رکاوٹ نہیں رہ سکتی...... براہ راست قبول ہو جاتے ہیں۔

صدقۃ الفطر سب کی طرف سے دینے کی حکمت:

پھر یہاں پر ایک سوال اور ہوگا...... کہ پھر تو صدقہ وہ دے جس پر روزے ہوں...... جن پر روزے نہیں وہ کیوں دیں...... حضور ﷺ نے فرمایا...... کم عمر چھوٹے بچوں کی طرف سے اور غلاموں کی طرف سے تم دے دیا کرو...... تاکہ صدقہ دینے سے ایک تو ان کی جان کی میل اترے...... دوسرا سب سے بڑی بات یہ ہے...... کہ جن کو دو گے ان کی بھی خوشی ہو جائے گی...... ایک آپ ہیں...... کہ اپنے لئے کپڑے خریدتے ہیں...... اپنے بیٹے

کے لئے کپڑے خریدتے ہیں...... اپنی بیوی کے لئے کپڑے خریدتے ہیں...... آپ کے پڑوس میں ایک اجڑا ہوا گھر ہے...... بچے ہیں ابا نہیں...... بچیاں ہیں اماں نہیں...... ماں باپ ہیں...... لیکن وہ معذور ہیں...... پریشان حال ہیں...... ان کے پاس کھانے کو لقمہ نہیں ہے...... آپ کی حالت یہ ہے...... کہ اللہ نے آپ کو سب کچھ دے رکھا ہے۔

میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا...... تم اپنے گھر کے تمام افراد کی طرف سے صدقہ دو...... یہ صدقہ جب ان تک پہنچے گا...... تو ان کی بھی عید ہو جائے گی...... تمہاری بھی عید ہو جائے گی...... بلکہ میں ایک جملہ کھل کر کہتا ہوں...... دنیا دارو! تمہارے لئے ہر دن عید کا ہے...... یہ عید ہوتی ہی غریبوں کی ہے یہ امیروں کی عید نہیں ہوتی۔

امیرو......! تمہارا بچہ روزانہ پیسوں سے کھیلتا ہے...... تو روزانہ پیسے لٹاتا ہے...... تیرے بیٹے کی جیب میں ہر وقت نوٹ ہوتے ہیں...... آج غریب کی جیب میں پیسے آئیں...... عید ان کی ہے تمہاری نہیں...... پیغمبر ﷺ نے عملی طور پر یہ عید غرباء کے لئے رکھی ہے۔

یتیم بچہ کی عید:

حدیث میں آتا ہے...... جب عید کا حکم آیا...... تو اللہ کے پیغمبر ﷺ پہلے سال عید پڑھنے گئے...... جس سال روزے فرض ہوئے...... اسی سال اختتام میں عید پڑھی...... نماز عید کا حکم یہ ہے...... کہ مسجد کے اندر نہیں ادا کرنی چاہئے...... مسجد سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنی چاہئے...... ہاں جہاں مسجد سے کھلی اور کشادہ جگہ اور کوئی نہیں...... اتنا بڑا اجتماع اور کسی جگہ نہیں ہو سکتا...... وہاں مسجد میں بامر مجبوری جائز ہے...... یا کوئی بارش وغیرہ ہو گئی ہے...... اس کی وجہ سے باہر صحن محفوظ نہیں...... وہاں کھلے پلاٹ میں آپ عبادت نہیں کر سکتے...... تو مسجد کے اندر جائز ہے...... لیکن بلا وجہ مسجد کے اندر نماز عید پڑھنا کراہت

حضور مسجد نبوی سے نکل کر بالکل قریب اب بھی وہاں مسجد موجود ہے...... جس کا نام
مسجد غمامہ ہے...... بادلوں والی مسجد کے نام سے مشہور ہے...... اللہ کے رسول وہاں پر جا کر
بارش کی بھی دعا کرتے تھے...... اور اسی جگہ حضور نماز عید پڑھتے تھے۔

محبوب عید پڑھنے کے لئے آئے ...... جب حضور عید گاہ کے قریب پہنچے......
حدیث میں آتا ہے...... دونوں شاہزادے حسنین کریمین حضور کے ساتھ تھے...... جوں ہی
عیدگاہ کے قریب آئے...... تو باہر چھوٹے بچے کھیل رہے تھے...... محبوب بچوں کو دیکھ کر خوش
ہورہے ہیں...... ایک بچے کے قریب آئے ...... دیکھا اجڑے ہوئے کپڑے ہیں......
بکھرے ہوئے بال ہیں...... چہرہ مرجھایا ہوا ہے...... سر نیچے کر کے آنکھوں میں آنسوؤں کی
برسات ہے...... رو رہا ہے...... حضور جب اس کے قریب آئے ...... فرمایا بیٹے سب خوشی
کر رہے ہیں...... تو کیوں رو رہا ہے......؟ تین مرتبہ حضور ﷺ نے پوچھا...... حضور ﷺ نے
اپنا رحمت والا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا...... ہاتھ رکھا...... تو بچہ پھوٹ پڑا...... چیخ مار کر کہتا
ہے...... کہ محبوب کیا بتاؤں ...... ابا نہیں جو کپڑے لے دے...... اماں نہیں جو منہ دھلائے
...... لاوارث ہوں...... میرا کوئی پرسان حال نہیں۔

یتیم بچہ کی خدمت:

حدیث میں آتا ہے...... حضور ﷺ نے حسنین کریمین کو اٹھا رکھا تھا...... دونوں
نواسوں کو پیغمبر نے زمین پہ اتار دیا...... فرمایا میرے شاہزادے آج تک یہ کندھے تمہارا حق
تھے...... اب یہ تمہارا حق نہیں ...... یہ یتیم کا حق بن چکے ہیں ...... حضور ﷺ نے اس یتیم کو
اٹھایا...... اور گھر لے گئے...... جا کر فرمایا عائشہ روزانہ رو کر کہتی تھی ...... کہ اللہ مجھے کوئی بچہ
دے...... اللہ نے تجھے نرینہ اولاد نہیں دی...... دیکھ میں خدا سے تیرے لئے ایک بچہ لے کر
آیا ہوں...... پانی بھر کے لاؤ...... میں اس بچے کو نہلاؤں...... تو پانی ڈال میں اس کے جسم کو

مل مل کر صاف کروں۔

امی کہتی ہیں...... کہ میں پانی ڈالتی تھی...... حضور اس کو ملتے تھے...... اس بچے کو نہلایا گیا...... صحابہ انتظار میں ہیں...... حضور نماز پڑھائیں...... پیغمبر فرماتے ہیں...... کہ جب تک اس یتیم کی عید نہیں ہوتی...... اس وقت تک مصطفیٰ کی عید نہیں ہوتی...... تم بھی عید گاہ میں یاروں کو بھیج کر کہتے ہو...... محبوب تو دور بیٹھا ہے...... تیرے بغیر میری عید نہیں...... نبی کہتے ہیں...... کہ یتیم کے بغیر مجھ محمد کی عید نہیں ہوتی...... حضور ﷺ نے اس کو قریب کیا...... توجہ کریں! حضور ﷺ نے سرمہ منگوا کر اس کی آنکھوں میں ڈالا...... محبوب نے خود اس کے سر پر تیل لگایا...... کنگھا دیا...... فرمایا عائشہ......! میری بیٹی فاطمہ کو بلا ان کو کہو...... کہ حسن کے کپڑوں میں سے ایک جوڑا دے دے...... جو کل شاہزادہ کپڑے پہنا کرتا تھا...... آج وہ کپڑے یتیم محمد کے سامنے پہنے...... کپڑے پہنائے...... رات کو دودھ میں کھجوریں بھگو کے رکھی تھیں...... وہ خود اپنے ہاتھوں سے بچے کو کھلائیں...... عجیب جملہ فرمایا...... اس بچے کا نام تھا بِشَرْ...... فرمایا...... یَا بِشَرُ اَمَا تَرْضیٰ اَنْ اَکُوْنَ اَبُوْکَ وَاُمُّکَ عَائِشَہ...... کیا تو اس پر راضی نہیں...... کہ میں محمد تیرا ابا بن جاؤں...... اور عائشہ تیری اماں بن جائے۔

مسلمانو......! اس بچے جیسا خوش نصیب کون ہوگا...... مصطفیٰ جس کے ابا ہوں...... عائشہ جس کی اماں بن جائے...... پھر حضور ﷺ نے ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا...... فرمایا بیٹے پچھلے سال جب تو عید پر گیا تھا...... تیرے ابو زندہ تھے......؟ کہا اللہ کے رسول زندہ تھے...... فرمایا یہ بتائیں...... کہ باپ تجھے عید کی نماز کے لئے انگلی پکڑ کر لے گیا تھا...... یا کندھے پر بٹھا کے لے گیا تھا...... جو انداز تیرے باپ کا تھا...... آج میں محمد تجھے اسی طریقے سے لے جاؤں...... بچے نے کہا...... محبوب میں تو اس کے کندھے پر بیٹھا تھا...... فرمایا پھر محمد تجھے پیدل نہیں چلائے گا...... حضور ﷺ نے حسن اور حسین کو پیدل چلایا...... یتیم کو کندھے پہ بٹھایا۔

دنیا دار جاگیردارو......اپنی اولاد سے پیار کرنے والو......میرے پیغمبر کی حدیث سینے پہ لکھ لو......فرمایا کسی یتیم کے ہوتے ہوئے بیٹے سے پیار نہ کرنا......کہیں یتیم یہ سوچے......کہ کاش آج ابا ہوتا......تو مجھ سے بھی یوں پیار کرتا......اس کی اگر آہ نکلی وہ بے نیاز ہے......تیرا جنازہ اٹھوا کے تیرے بچوں کو در در کے دھکے نہ دلوا دے۔

حسن اور حسین کو پیدل چلایا......اور یتیم کو کندھے پہ اٹھا لیا......جا کر وہاں بچوں میں چھوڑا......فرمایا بیٹے کھیلو جب تک تجھے کھیلتا نہیں دیکھوں گا......میں عید گاہ میں نہیں جاؤں گا......وہ بچہ جب بچوں میں گیا......تو سارے بچے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے......کہنے لگے تو وہی ہے......تیرے کپڑے میلے تھے......پراگندہ بال تھا......تیرا منہ دھلا ہوا نہیں تھا......یہ خوشبو کہاں سے لگائی ہے......؟اتنے اچھے کپڑے کہاں سے پہن کر آئے ہو......؟تیرا ابا کا نام کیا ہے......؟وہ بچہ سر فخر سے بلند کر کے کہتا ہے......بھائیو! مجھے مبارک پیش کرو......میں کچھ دیر پہلے یتیم تھا......اب میں یتیم نہیں......میرا ابا محمد کریم بن چکے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے......جتنے بچے تھے چیخیں مار مار کے روتے تھے......کہتے تھے کاش آج ہم بھی یتیم ہوتے......تو ہمارے ابا محمد رسول اللہ ﷺ ہوتے......صرف یہ عید تیموں کی عید ہے......غریبوں کی عید ہے......صرف سرمایہ داروں کی عید نہیں......اس لئے اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

انعامات الٰہی کی بارش کا دن:

حضرات محترم......عید سعید کے مبارک دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کی طرف اتنی متوجہ ہوتی ہے......کہ اعلان ہوتا ہے میرے بندے آج نماز فجر کے بعد اشرق کا انتظار نہ کریں......بلکہ آج اس کی چھٹی ہے......پڑھو گے تو گناہ گار ہو گے

اچھے کپڑے پہنو...... نہاؤ، صاف ستھرا لباس پہن کر خوشبو لگا کر پہلے اللہ تعالیٰ کی ضیافت قبول کرو...... یعنی کچھ کھا پی کر عید گاہ کی طرف جاؤ۔

اذان و تکبیر نہ ہونے کی حکمت:

عید گاہ پہنچ گئے...... امام خطیب آ گیا...... عید کی نماز جمعہ کا نمونہ ہوتی ہے...... مگر اس میں آج حکم ہے...... کہ جمعہ سے پہلے بلکہ ہر نماز سے پہلے اذان ہوتی ہے...... تکبیر ہوتی ہے...... مگر آج مؤذن کو اذان اور تکبیر کی اجازت نہیں...... اللہ کی شان کریمی اتنا انتظار نہیں کرتی...... جتنی دیر تکبیر اور اذان ہو...... بلکہ اس سے بھی پہلے بندہ اپنے مالک کے حضور سربسجود ہو...... مالک عطا کرنا چاہتا ہے۔

خطبہ بعد میں ہونے کی حکمت:

جمعہ کے دن خطبہ پہلے ہوتا ہے...... نماز بعد میں ہوتی ہے...... مگر آج رب العزت کی شان کریمی کا فیصلہ ہے...... کہ خطیب صاحب خطبہ نماز کے بعد پڑھ لینا...... پہلے میرے بندے میری بارگاہ میں اپنی نیاز جبیں جھکا لیں...... میں ان پر انعام کی بارش کر لوں

تکبیرات زوائد کی حکمت:

امام اور مقتدی دونوں رکعتوں میں زائد تکبیرات کہہ کر اللہ کی کبریائی کا اعلان کر رہے ہیں...... جیسے کوئی غریب سائل اور منگتا اپنے آقا یا داتا کی بہت زیادہ اس کی تعریف کرتا ہے...... اسکا شکریہ ادا کرتا ہے...... یہاں مومن بندہ بھی اللہ اکبر بار بار کہہ کر اپنی عاجزی اور اللہ کی کبریائی کا اعلان کرتا ہے(۱)

نماز عید کا طریقہ دوسری عام نمازوں کی طرح ہے فرق صرف اس میں اتنا ہے [illegible]

تکبیرات تشریق کا حکم:

محترم دوستو......دونوں عیدوں میں تکبیرات تشریق......اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد......پڑھنے کا حکم ہے بڑی عید پر بلند آواز سے اور اس عید الفطر میں آہستہ آواز سے پڑھنے کا حکم ہے...... یہ کلمات راستہ میں آتے جاتے پڑھنے کا حکم دیا......عیدگاہ میں جب تک امام نہ آجائے اسوقت تک پڑھتا رہے

(گزشتہ صفحہ کابقیہ حاشیہ) اس میں چھ زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں جن کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کرناف کے نیچے ہاتھ باندھ لیں اور ثناپڑھیں، ثنا کے بعدتین تکبیریں کہیں پہلی اور دوسری تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑدیں، تیسری تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اٹھا کر باندھ لیں پھر دوسری رکعت میں قرأۃ کے بعد اور رکوع سے پہلے تین تکبیریں کہیں ہر تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اٹھا کرچھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے کہتے ہوئے سیدھا رکوع میں چلے جائیں

تکبیرات عیدین چھ ہیں ان کا ثبوت ہمیں احادیث مقدسہ سے واضح ملتا ہے چنداحادیث پیش ہیں:

حدیث نمبر ۱: ابو عبد الرحمان قاسم فرماتے ہیں مجھے اصحاب محمد میں سے بعض نے بتایا کہ نبی پاک ﷺ نے ہمیں نماز عید پڑھائی اس میں آپ نے چار چار تکبیریں کہیں پھر نماز سے فارغ ہو کر رخ منور ہماری طرف کرکے فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی تکبیروں کی طرح چارہیں آپ نے انگوٹھا بند کر کے چار انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا(طحاوی ص۴۳۸ ج۲)

حدیث نمبر ۲: ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ سعید بن العاص(گورنر کوفہ)نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عیدین میں تکبیریں کیسے کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جواب دیا کہ آپ ﷺ جنازہ کی تکبیروں کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے، حضرت حذیفہ نے فرمایاانھوں نے سچ کہا پھر ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا جب میں بصرہ کا حاکم تھاتو اسی طرح عیدین کی تکبیریں کہتا تھا(ابو داؤد ص۱۶۳ ج۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص۷۸ ج۲)

حدیث نمبر ۳: ایک اور واقعہ جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعود کے جلیل القدرتابعی شاگردعلقمہ اور اسود ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس حضرت ابو موسیٰ اشعری اور

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

راستہ بدلنے کا حکم:

حضرات والا عیدگاہ میں آتے جاتے راستہ بدلنے کا حکم ہے......تاکہ یہ راستے بھی قیامت کے دن آپ کے ذکر کرنے کی گواہی دیں۔

(بقیہ حاشیہ)حضرت حذیفہ بھی موجود تھے، سعید بن العاص نے تکبیرات عیدین کے متعلق پوچھا حضرت حذیفہ نے کہا ابو موسیٰ اشعری سے پوچھیے ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا عبداللہ بن مسعود سے پوچھیے کیونکہ وہ ہم میں سے پیغمبر ﷺ کے زیادہ صحبت یافتہ اور زیادہ علم والے ہیں چنانچہ اس نے حضرت ابن مسعود سے پوچھا آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (یعنی تکبیر تحریمہ سمیت) پھر قراۃ کرے اور تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو کے پہلے قراۃ کرے پھر چار تکبیریں کہے (رکوع کی تکبیر سمیت) (مصنف عبدالرزاق ص۲۹۳ ج۳)

حدیث نمبر۴: حضرت کردوس فرماتے ہیں کہ ولید بن عقبہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت حذیفہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم کے ہاں عشاء کے بعد ایک آدمی بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ مسلمانوں کی نماز عید کا طریقہ کیا ہے؟ سب نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف متوجہ کیا چنانچہ سائل نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ امام بحالت قیام چار تکبیریں کہے (تکبیر تحریمہ سمیت) پھر فاتحۃ الکتاب اور مفصلات میں سے کوئی سورۃ پڑھے پھر دوسری رکعت میں چار تکبیریں کہے (تکبیر رکوع سمیت) ان میں سے آخری تکبیر میں رکوع کرے پس عیدین کی دونوں رکعتوں میں (بحالت قیام) یہ نو تکبیریں ہیں (جن میں سے پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں ہیں) (معجم کبیر طبرانی ص۳۵۰ ج۹)

حدیث نمبر۵: علقمہ اور اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے چار قراۃ سے پہلے پھر قراۃ کے بعد تکبیر کہتے اور رکوع کرتے دوسری رکعت میں پہلے قراۃ کرتے پھر قراۃ سے فارغ ہو کر چار تکبیریں کہتے (تکبیر رکوع سمیت) پھر رکوع کرتے (مصنف عبدالرزاق ص۲۹۳ ج۳)

حدیث نمبر۶: حضرت قتادہ تابعی فرماتے ہیں کہ (بدری صحابی) حضرت جابر بن عبد اللہ اور (جلیل القدر تابعی) بن سعید بن المسیب نے فرمایا نماز عید میں نو تکبیریں ہیں اور دونوں قرأتیں لگاتار ہیں یعنی ان کے درمیان تکبیرات نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ص۷۹ ج۲)

حدیث نمبر۷: حضرت عبد اللہ بن مسعود ابو موسیٰ اشعری حذیفہ بن الیمان عقبہ بن عامر عبد اللہ بن الزبیر ابو مسعود بدری ابو سعید خدری براء بن عازب عمر بن خطاب ابو ہریرہ تابعین میں سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نکتہ:

اگر کسی شخص کے گھر کا ایک ہی راستہ ہو...... تو وہ سنت کے مطابق دائیں طرف آئے اور جائے...... تو ایک ہی سڑک کے دو راستے ہو جائیں گے...... اور سنت بھی ادا ہو جائیگی۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) حسن بصری محمد بن سیرین سفیان ثوری اسعد بن یزید مسروق علقمہ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود کے تمام شاگرد اور تمام اهل کوفہ چھ زائد تکبیروں کے قائل وعامل تھے (اتحاف السادة شرح احیاء العلوم ص۳۹۷ ج۳)فریق ثانی(اهل حدیث)جن احادیث کا سہارا لیتے هیں انتہائی کمزورهیں چند روایات بطور نمونہ وقارئین کے پیش خدمت هیں

(۱) ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی کے حوالہ سے صلوة الرسول ص۴۱۱ پر وعن کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ کی سند سے حدیث نقل کی هے جس میں عیدین کی پہلی رکعت میں سات تکبیروں کا اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیروں کا ذکر هے لیکن یہ روایت انتہائی ضعیف هے اس کی سند میں کثیر بن عبد اللہ راوی ضعیف هے ابو داوٗد نے کہا یہ کذاب هے امام شافعی نے فرمایا یہ جھوٹ کے ستونوں میں سے ایك ستون هے ابن حبان نے کہا کہ اس کے پاس عن ابیہ عن جدہ کی احادیث کا ایك مجموعہ هے جس کا کتب حدیث میں ذکر کرنا یا اس سے روایت کرنا جائز نہیں مگر بطور تعجب امام نسائی اور امام دار قطنی نے فرمایامتروك الحدیث هے امام یحیٰ بن معین نے فرمایا یہ کوئی چیز نہیں امام احمد بن حنبل نے فرمایا منکرالحدیث لیس بشیء(اتحاف السادة ص۳۹۸ ج۳)

(۲) صلوة الرسول کے ص۴۱۲ پر بغیر سند کے ایك اور حدیث نقل کی هوئی هے جس میں نبی پاك ﷺ،حضرت ابوبکراور حضرت عمرسے عیدین میں بارہ تکبیریں کہنا نقل کیا هے لیکن اس کی سند میں ابراهیم بن یحیٰ ضعیف هے امام مالك فرماتے هیں وہ نہ حدیث میں ثقہ هے نہ دین میں یحیٰ عمیر بن سعید قطان نے فرمایا کذاب یعنی بڑا جھوٹا هے امام احمد فرماتے هیں محدثین نے اس سے حدیث لینا چھوڑدیا هے یحیٰ بن معین نے فرمایا یہ بہت بڑا جھوٹا رافضی هے نیز تقدیر کامنکر تھاامام علی بن مدینی اس کو کذاب کہتے هیں امام نسائی اور امام دار قطنی اسے متروك کہتے هیں (میزان الاعتدال ص۵۷ و ۵۸ ج۱)

(۳) ابوداؤداور ابن ماجہ میں ایك اور روایت هے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اس کی سند میں عبداللہ بن عبد الرحمان الطائفی ضعیف هے

(٤) ابو داؤداور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ سے حدیث هے سند میں ابن لہیعہ ضعیف هے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرات والا! نماز عید کا طریقہ اور دیگر مسائل علماء کرام عید گاہ میں بتا دیتے ہیں...... میں اسی پر اکتفی کرتا ہوں۔

حضرات والا! نماز عید کا طریقہ اور دیگر مسائل علماء کرام عید گاہ میں بتا دیتے ہیں...... میں اسی پر اکتفی کرتا ہوں۔

ایک ضروری مسئلہ سن لیں...... عید کا خطبہ سنے بغیر کچھ لوگ اٹھکر چلے جاتے ہیں...... یاد رکھیں...... عید کا خطبہ سننا واجب ہے...... بلکہ ایک روایت میں ہے...... ایک عید سے دوسری عید تک تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں...... اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے...... آمین یارب العالمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہوں)(٥) ابن ماجہ میں سعید قرظی سے روایت ہے اس کی سند میں عبد الرحمان بن سعد بن عمار ضعیف ہے نیز شیخ محقق دوراں شیخ الحدیث مولانا منیر احمدمنور صاحب مد ظلہ غیر مقلدین سے چند سوالات کیا کرتے تھے جو مندرجہ ذیل افادہ عام کے لیے نقل کیے جاتے ہیں جو سد سکندر کا کام دیتے ہیں ،جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

١) کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ بارہ تکبیریں تکبیر تحریمہ اور رکوع کی دو تکبیریں ملا کر ہیں یا اس کے علاوہ ہیں؟

٢) صحیح صریح مرفوع موضوع حدیث سے دو تکبیروں کے درمیان کا وقفہ بتائیں؟

٣) زائد تکبیرات میں ہاتھ چھوڑدیں یا باندہ لیں صحیح صریح مرفوع حدیث دکھائیں؟

٤) اگر مقتدی نماز عید میں اس وقت شامل ہوا جب امام تکبیریں کہہ کر قرأۃ شروع کرچکا ہے یا رکوع میں یا قومہ میں یا سجدہ میں یا تشھد میں شامل ہوا تو ہر صورت میں وہ تکبیریں کب کہے؟

٥) اگر امام تکبیریں کہنا بھول گیا تو وہ تکبیریں یاد آنے پر کب کہے یا سجدہ سہو کرے؟اور اگر بارہ تکبیریں بھولا ہے تو کتنے سجدے سہو کرے؟